بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایران میں چند روز

(تأثرات و مشاہدات)

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ایرانی حکومت نے "المجمع العالمی للتقریب بین المذاهب الاسلامیه" نامی ایک ادارہ قائم کیا ہے جس نے گزشتہ دنوں اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان کو ایران کے مطالعاتی دورے کی دعوت دی اس ادارے کے سربراہ فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا محمد اسحاق مدنی فاضل و سابق استاذ دار العلوم کراچی (پاکستان) و فاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ ہیں۔ مولانا اسحاق صاحب کی ایران میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے اہم خدمات اور قابل قدر کردار ہے۔ ان کی اس اہمیت اور قابل احترام شخصیت کی بنا پر حکومت ایران نے انہیں باقاعدہ سرکاری طور پر مشیر برائے امور اہل سنت مقرر کیا ہے، جو وفاقی وزارت کے برابر عہدہ ہے۔

اسی طرح آیۃ اللہ سید علی تسخیری اس ادارے کے ناظم اعلیٰ ہیں، تسخیری صاحب ہی ادارے کے مختلف دلچسپ پروگراموں کے انعقاد کے لیے سرگرم رہتے ہیں وہ منظمة المؤتمر الإسلامی (O.I.C) کے دو ذیلی اداروں "مجمع الفقه الاسلامی جده" اور "المجلس الشرعی" کے بھی مستقل رکن ہیں، ان دونوں عہدوں کی بھی ایران میں وفاقی وزارت کے مساوی حیثیت ہے جیسے خود "مجمع التقریب" ایران میں وزارت کے برابر ادارہ ہے۔

مولانا اسحاق صاحب زید مجدھم اور محترم علی تسخیری صاحب کی طرح تسخیری صاحب کے نائب جناب سید جلال میر آقائی اور اسی طرح ایک اور حسن مکھ نوجوان سید محمد رضا خوشآمدی بھی ہیں جو اردو اور انگریزی زبانیں بھی روانی سے بول لیتے ہیں۔ مذکورہ حضرات ہمارے استقبال اور خاطر مدارات میں پیش پیش رہے اور ہر طرح کی خوش انتظامی اور ہماری مثالی ضیافت و تکریم کا مظاہرہ کرتے رہے۔

ہمارا یہ دورہ 2 ذیقعدہ 1426ھ بمطابق 4 دسمبر 2005ء کو شروع ہوا جس میں ایران کی مختلف نامور سیاسی شخصیات، حکومتی عہدیداروں، دینی اور علمی رہنماؤں سے ملاقاتیں ہوئیں، متعدد صوبوں، اہم شہروں، موقر اداروں اور

مراکز کے مفصل دورے ہوئے۔

ہمارا وفد میرے علاوہ مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل تھا:

۞ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان، وناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان۔

۞ مولانا ولی خان المظفر ، استاذ حدیث وادب عربی جامعہ فاروقیہ کراچی۔

۞ مولانا مفتی منیب الرحمان مہتمم دارالعلوم نعیمیہ کراچی، صدر تنظیم المدارس پاکستان۔

۞ مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور و جنرل سیکرٹری اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ و ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس پاکستان۔

۞ مولانا میاں نعیم الرحمٰن مہتمم جامعہ سلفیہ فیصل آباد، ناظم اعلیٰ وفاق المدارس السّلفیہ پاکستان۔

۞ مولانا عبدالمالک صدر رابطۃ المدارس پاکستان، رکن پارلیمنٹ آف پاکستان۔

۞ علامہ ریاض حسین نجفی مہتمم جامعۃ المنتظر لاہور و صدر وفاق مدارس الشیعۃ پاکستان۔

۞ علامہ قاضی نیاز حسین نقوی نائب صدر وفاق مدارس الشیعۃ۔

۞۞۞

فجر سے کچھ دیر پہلے کراچی سے براستہ دبئی ہم ایرانی دارالحکومت تہران پہنچے تو فجر کے بعد سے ظہر تک ہم نے رات بھر کی تھکاوٹ اور مشقت سفر کے باعث آرام کیا۔ ظہر کے بعد میرے علاوہ دوسرے اراکین وفد تہران کے مختلف علاقوں اور بستیوں خاص کر "جماران" نامی بستی دیکھنے کے ارادے سے نکل گئے۔

اس کے علاوہ تہران کو جو ہم نے دیکھا تو یہ محسوس کیا کہ یہاں کے راستے، سڑکیں اور عمارتیں پبلک کے رش واژدھام کے باعث ناکافی ہونے اور تنگ دامنی کی شکایت کر رہی ہیں، ٹریفک کا مسئلہ یہاں کے بڑے اور خطرناک مسائل میں سے ایک ہے جو دیکھنے والے کو پہلی نظر میں کھٹکتا اور اپنی طرف متوجہ کرتا ہے، یہ البتہ اپنی جگہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ تہران ایک خاصا ترقی یافتہ، متمدن اور خوشحال و خوب صورت شہر ہے، یہاں عورتوں کی تعداد مردوں کی بہ نسبت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

دوسرے روز ہماری ایران کے روحانی پیشوا اور سپریم لیڈر جناب خامنہ ای صاحب سے ملاقات طے تھی۔ چناں چہ پروگرام کے مطابق ہم ان سے ملنے گئے، ان سے ملاقات ہوئی اور مختلف اسلامی اور معاصر عالمی مسائل پر مفصل اور سیر حاصل گفتگو ہوئی۔

یہاں سے ہم "مجمع التقریب بین المذاهب الاسلامیة" کے مرکز اور جامعة المذاهب آئے اور یہاں ہم نے ظہر کی نماز پڑھی اور پھر مہمانان گرامی اور میزبان حضرات نے ایک ساتھ کھانا کھایا اور ''تقریب......'' کے موضوع پر تفصیلی اور ہمہ جہت گفتگو ہوئی۔

تیسرے روز ہم قم شہر کے لیے نکلے۔ یہاں دو دن رہ کر ہم نے قم کے علما و مشائخ سے ملاقاتیں کیں۔ جن میں مندرجہ ذیل حضرات بطور خاص قابل ذکر ہیں ❶ جناب ناصر مکارم شیرازی صاحب مصنف ''التفسیر الأمثل'' ❷ علامہ نکرانی ❸ علامہ حسن ربانی ❹ علامہ شہرستانی (جو عراق کے معروف سیاسی رہنما علامہ سیستانی کے داماد اور یہاں ان کے نمائندے ہیں) اسی طرح عالمی مرکز علوم اسلامیہ کے ذمہ داروں سے بھی ہماری ملاقات اور تبادلہ خیالات ہوا اور یہ ملاقات تین گھنٹے پر مشتمل رہی۔

یہاں کی ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ "المرکز العالمی للدراسات الاسلامیه" (International Islamic Studies Center) جو جناب آیت اللہ اعرافی کی زیر نگرانی خدمات انجام دے رہا ہے، قم شہر کے دورے کے دوسرے دن ظہر کے وقت ہم ان کے ہاں گئے، یہاں ہم نے ظہر کی نماز پڑھی اور پھر مختلف امور پر گفتگو اور تبادلہ آراء کے لیے ہماری طویل میٹنگ ہوئی، اعرافی صاحب نے اپنی گفتگو میں کہا کہ تقریباً 96 ممالک کے دس ہزار طلبہ اور 40 ملکوں کی ایک ہزار طالبات ہمارے ہاں زیر تعلیم ہیں، اس مرکز کا ہیڈ آفس یہ ہے (جہاں ہم بیٹھے تھے) لیکن دوسرے شہروں میں بھی اس کی شاخیں ہیں۔ مثلاً مشہد، اصفہان، جرجان وغیرہ میں۔

پھر ہمیں یہ بھی بتایا گیا کہ اس ادارے کے زیر انتظام جرجان شہر میں ایک اور تعلیمی مرکز ایسا بھی ہے جس میں صرف اہل سنت طلبہ ہی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ بہر حال ہم نے پہلے بھی اس عالمی مرکز کے متعلق سن رکھا تھا سو ہمیں بھی اسے دیکھنے کا شوق تھا۔ لیکن یہ دیکھ کر ہماری حیرت اور تاسف کی انتہا نہ رہی جب خاص کر اعرافی صاحب اور شہر کے دیگر اداروں کے ذمہ داروں نے ہمارے دو دن کے شدید اصرار کے باوجود طلبہ و اساتذہ، درس گاہیں، اور نظام و نصاب تعلیم وغیرہ کی تفصیلات دکھائے جانے کی ہماری شدید خواہش پر آخر تک مکمل سرد مہری، پس و پیش اور دانستہ لا ابالی پن کا مظاہرہ کیا...... جس سے ہماری خواہشات تو نا تمام ہی رہیں جب کہ خدشات و شبہات میں اضافہ ہوا حالاں کہ ہم سب ہی خالص تعلیمی لوگ تھے اور پڑھنے پڑھانے کے علاوہ ہم میں سے کسی کی کوئی دلچسپی نہ تھی۔

اعرافی صاحب نے اس مرکز کے متعلق یہ بھی بتایا کہ اس میں پانچوں مذاہب فقہیہ کی فقہ پڑھائی جاتی ہے (پانچویں مذہب سے ان کی مراد فقہ جعفری ہے) ہم نے ان سے عرض کیا کہ اہل سنت کی درسی کتابیں جو پڑھائی جاتی ہیں ہم ان کو دیکھنا چاہتے ہیں، اسی طرح اہل سنت طلبہ کے لیے مقرر نصاب کی مطبوعہ کاپی بھی مرحمت فرمائیں اور یہ

بتائیں کہ اس مرکز میں سنی اساتذہ کا تناسب کیا ہے؟

اس پر اعرافی صاحب نے معذرت خواہی کرتے ہوئے کہا کہ ہم ان سوالات کا جواب نہیں دے سکتے، جب کہ یہاں مختلف شعبوں کے ذمہ داران کی حیثیت سے جن حضرات سے ہماری ملاقات ہوئی جن کی تعداد تیس کے قریب تھی ان میں سے کوئی ایک بھی سنی نہیں تھا۔

یہاں میرے علاوہ دوسرے ساتھیوں نے ملک کی تاریخی لائبریری ''کتاب خانہ بزرگ مرعشیہ'' کا بھی دورہ کیا اوراس کے عجیب تاریخی پس منظر اور مخطوطہ ومطبوعہ مواد کی چونکا دینے والی حیران کن تفصیلات کے بارے میں ہمیں بتایا۔

❁❁❁

قم سے ہم سیدھے تہران آئے اور تہران سے بذریعہ ہوائی جہاز ایران کے مشہور شہر زاہدان پہنچے یہاں بڑی تعدد میں اہل تشیع واہل سنت علماء کرام ہمارے استقبال کے لیے تشریف لائے تھے جن میں جناب سلیمانی صاحب، جناب منتظری صاحب، مولانا عبدالحمید صاحب، مولانا احمد خان صاحب، مولانا عبدالأحد صاحب (فاضل وسابق استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی) مولانا محمد قاسم صاحب وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

یہاں آکر ہمارے رفیق وفد مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب نے مولانا سلیمانی کے ہاں حسینیہ (امام بارگاہ) میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا جب کہ ادھر دارالعلوم زاہدان کی جامع مسجد مکی میں منتظمین اور حضرات علما نے ہم پر امامت جمعہ کے لیے زور ڈالا۔ ہمارے لئے ان کی فرمائش قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا...... چنانچہ جمعہ کی نماز ہم نے پڑھائی۔ جب کہ اس سے قبل ریاض حسین نجفی صاحب نے فارسی میں اور مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب نے اردو میں خطاب کیا جس کا مولانا احمد صاحب نے فارسی میں ترجمہ کیا اور ہمارے مولانا ولی خان المظفر صاحب نے عربی میں خطبہ دیا۔

دارالعلوم زاہدان ایران میں اہل سنت کی سب سے بڑی دینی درس گاہ ہے اوراس کے ساتھ ملحق مکی مسجد بھی شکوہ وسطوت میں اپنی مثال نہیں رکھتی، یہاں اجتماع جمعہ میں پچاس ہزار سے زائد نمازی شریک تھے، دارالعلوم کے رئیس اور ہمارے محترم میزبان مولانا عبدالحمید صاحب زید مجدہ کی فرمائش پر ہم نے یہاں نئے تعلیمی سال کا آغاز کرتے ہوئے مغرب تا عشاء عربی زبان میں صحیح بخاری کا افتتاحی سبق پڑھایا نیز طلبہ دورۂ حدیث اور دیگر فضلائے حاضرین کو اجازت حدیث دی۔ پھر ہفتے کی صبح بذریعہ ایران ایئر لائن ہم چابہار گئے یہاں شہر کے علما ومشائخ نے ہمارا پُر تپاک استقبال کیا اور پھر وسط شہر میں واقع جامعہ اسلامیہ گئے یہاں ہم نے ناشتہ کیا اور ظہر تک یہیں ٹھہرے، ظہر کے بعد ہم شہر میں گھومنے کے لیے نکلے اور چلتے چلتے طیس کے مشہور تاریخی شہر پہنچے۔ یہاں عصر کی نماز ادا کی اور نماز کے بعد مولانا قاری محمد حنیف

جالندھری صاحب نے مختصر خطاب کیا، پھر چابہار کی مسجد جمعہ آئے یہاں مغرب کے بعد پھر مولانا کا مفصل خطاب ہوا جب کہ عشاء کے بعد مولانا عبدالرحمٰن ملازئی کی خواہش پر ہم نے صحیح بخاری کا ابتدائی وافتتاحی درس دیا اور اگلے روز صبح ہم کنارک گئے جہاں مولانا محمد یوسف فائزی اور ان کے ساتھیوں کے ہاں ہم نے ناشتہ کیا، مولانا فائزی کا مدرسہ اس لحاظ سے ایک منفرد ادارہ ہے کہ یہاں تمام معلمین بشمول مولانا فائزی صاحب جامعہ فاروقیہ کراچی کے فاضل ہیں۔

❁❁❁

بلوچستان سے پھر ہم نے تہران کے لیے رخت سفر باندھا اور پیر کے روز یہاں آ کر کچھ آرام کیا جب کہ منگل کو ایران کے سابق صدر جناب ہاشمی رفسنجانی سے ہماری ملاقات ہوئی...... ملاقات بڑی خوش گوار تھی اور ہمارے ساتھیوں کا اصرار تھا کہ میں ہی بات کروں، چناں چہ میں نے گفتگو کے لیے عربی زبان کو ترجیح دی، مگر گفتگو شروع ہونے کے کچھ ہی دیر بعد موصوف نے کہا بہتر ہوگا کہ گفتگو آپ کی طرف سے اردو اور ہماری جانب سے فارسی میں ہو اور کوئی صاحب اس میں ترجمانی کریں، مجھے یہ سن کر ایران کے متعلق عرب کے مشہور شاعر ابوالطیب المتنبی کے یہ چند شعر یاد آئے۔

مغاني الشعب طيباً في المغاني — بمنزلة الربيع من الزمان

ولكنّ الفتى العربي فيها — غريب الوجه واليد واللسان

ملاعب جِنّة لو سار فيها — سليمان لسار بترجمان

(ترجمہ) ایران کے شعب بوان (ایک علاقے کا نام) کی اقامت گاہیں اس طرح بہترین ہیں جیسے موسم بہار زمانے میں (تمام موسموں سے) بہتر ہے، مگر یہ عربی جوان (مراد اپنی ذات) اس میں اجنبی ہے چہرے (رنگ)، ہاتھ (رسم الخط) اور زبان سب کے اعتبار سے۔

یہ علاقے اپنی خوبصورتی کے لحاظ سے گویا جنات کے کھیل کود کے مراکز معلوم ہوتے ہیں، لیکن تمام زبانوں سے واقف حضرت سلیمان علیہ السلام بھی ان میں چلیں گے تو ترجمان کو لے کر ہی چلیں گے۔

ویسے رفسنجانی صاحب بڑے جہاندیدہ، بیدار مغز اور صاحب علم ودانش شخص ہیں ان کی اسلامی اور معاصر لٹریچر پر گہری نظر ہے، بیس جلدوں میں ایک ضخیم تفسیر کے علاوہ وہ کئی دوسری کتابوں کے بھی مصنف ہیں، ان سے مفید اور فکر انگیز گفت وشنید ہوئی۔

❁❁❁

بدھ کے روز ہم خراسان کے مشہور شہر مشہد گئے جہاں ہم اپنے متعدد تلامذہ سے ملے جو ہمارے یہاں بچے اور یا

پھر نوجوان تھے اور وہاں جا کر علم اور عمر دونوں کے لحاظ سے بزرگ بن گئے ہیں۔-اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمر میں مزید برکتیں عطا فرمائے- یہاں ہم کافی گھومے پھرے اور یہاں کے ایک قابل ذکر مقام سید علی بن موسیٰ الرضا رحمہ اللہ کے مزار کو بھی دیکھنے کا موقعہ ملا۔ یہاں سے تہران واپسی ہوئی، تہران ہی ہمارا مرکز تھا گھوم پھر کر ہم یہیں آتے تھے۔ جمعرات کے روز تہران ہی سے امارات ائیرلائن کے ذریعے ہم واپس وطن روانہ ہوئے اور بخیریت اپنی سرزمین پر پہنچے۔ والحمدللہ اولا و آخراً۔

بحثیت مسافر ہم نے یہاں جو کچھ محسوس کیا اجمالاً سطور ذیل میں اس کا ذکر کیے دیتے ہیں:

- ایک بات یہاں ہم نے یہ دیکھی کہ علما و مشائخ کا بڑا احترام اور اہمیت ہے وہ خود طبقۂ علما میں تو ہے ہی، عام لوگوں اور پڑھے لکھے اور مہذب کہلانے والے طبقے میں بھی قابل رشک حد تک یہ بات دیکھنے کو ملتی ہے۔

- ایرانی قوم میں بلا تفریق عوام و خواص، تعلیم اور تہذیب و ثقافت سے مالا مال ہونے کا بڑا جذبہ اور جنون کی حد تک اس کی رغبت ہے، وہ اپنی توانائیاں اور جملہ ممکنہ صلاحیتیں اپنے بچوں اور جگر گوشوں کو تعلیم دلانے اور دانش و آگہی سے روشناس کرانے میں صرف کرتے ہیں۔

- یہ بات بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ یہاں انتہا پسند مذہبی طبقے کی حکومت ہے اور اس حکومت نے جو کئی دہائیوں سے اس طبقے کے پاس ہے۔ ملک کے نظم و نسق کو اس خوبصورتی اور خوش اسلوبی سے چلایا ہے کہ معیشت و اقتصاد، ثقافت و تمدن، امن و سلامتی، تعلیم و صحت، سائنس و ٹیکنالوجی وغیرہ شعبہ ہائے زندگی میں اس نے اپنا ایک اچھا امیج قائم کیا ہے، اور یہاں جو ترقیاتی کام ہوئے ہیں اور جو منصوبے زیر تکمیل ہیں نیز مختلف محکموں کی اچھی پوزیشن اور پبلک کی خوشحالی ان لوگوں کے منہ پر ایک طمانچہ اور ان کے منفی پروپیگنڈے کے خلاف ایک کھلی دلیل ہے، جو مذہبی طبقے کو حکومت کے لیے نااہل قرار دیتے ہیں، ہم تو یہ بھی کہیں گے کہ طالبان کا افغانستان اس حوالے سے دوسرا اور اس سے بھی بہتر نمونہ کے طور پر ابھرا تھا اور ترقی کی راہ پر گامزن ہو رہا تھا مگر انسانیت کی دشمن دنیا نے اس سے پہلے ہی ان کو اندھی جارحیت کی بھینٹ چڑھا دیا۔

- حکومتی اور قومی سطح پر قرآن و سنت کی زبان۔عربی۔کی مختلف میدانوں، تعلیمی مراکز اور اشاعتی و ابلاغی اداروں میں ترویج و تشجیع کی کوششیں اور مستقل عربی چینلز کا قیام اور علماء اور پڑھے لکھے طبقے کا عربی زبان سے شغف بھی قابل قدر و لائق تحسین بات ہے۔

- حکومت نے یہاں اہل سنت و اہل تشیع دونوں ہی کے مدارس اور جامعات کو نصاب و نظام تعلیم، طریق تدریس اور دیگر تعلیمی سرگرمیوں کے حوالے سے کافی حد تک آزادی دے رکھی ہے جو ایک مستحسن عمل ہے۔

﴿ اقتصادی اور صنعتی ترقی، ٹیکنالوجی کے میدانوں میں دلچسپی اور تمدنی وعمرانی خطوط پر بھرپور توجہ، جدید تعلیم کا فروغ اور اس کے لیے بنین وبنات کی الگ الگ جامعات اور ذیلی مراکز کا اعلیٰ پیمانے پر قیام...... یہ وہ چیزیں ہیں جن سے حکومت کی فلاحی اور تعمیری سوچ کی عکاسی ہوتی ہے۔

﴿ قرآن کریم کی خوبصورت چھپائی اور اس کی نشرواشاعت کے اعلیٰ اور معیاری انتظامات اور ہر ممکن کوشش بھی ایک مسلمان سیاح کی دلچسپی کی چیز ہے۔

﴿ مہمان نوازی اور اکرام ونوازش کا مثالی مظاہرہ اور اس کا زبردست جذبہ جو عربوں کے علاوہ بہت کم لوگوں میں دیکھنے کو ملتا ہے یہ بھی ایران کی متاثر کرنے والی خصوصیات میں سے ہے۔

﴿ لیکن افسوس کہ ان تمام خوبیوں، محاسن اور قابل ستائش صفات وخدمات کے باوجود یہاں ایک خالی الذھن مسلمان کو ورطۂ حیرت میں ڈالنے والے اور قلبِ مؤمن کو ٹھیس پہنچانے والے کچھ مناظر ومشاغل بھی دیکھنے اور محسوس کرنے کو ملتے ہیں۔

مثلاً ایران میں لوگ مزارات ومقابر کی تقدیس وتعظیم میں دلچسپی ہی نہیں لیتے بلکہ اس کے اس بری طرح رسیا ہیں کہ یہ چیز اب ان کی گھٹی میں شامل اور ان کی طبیعت کا حصہ بن چکی ہے۔

یہاں قم میں سیدہ معصومہ کے مزار اور مشہد میں سید علی بن موسیٰ الرضا کے مزار اور دوسرے مزاروں پر جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کی ایک واضح مثال ہے، اور عجیب بات تو یہ ہے کہ یہاں علی رضا رحمہ اللہ، سیدہ معصومہ اور جناب خمینی صاحب کے مزاروں کو باقاعدہ حَرَم کا نام دیا گیا ہے......اس سے مستقبل میں جو مفاسد اور خطرناک نتائج سامنے آسکتے ہیں اور نئی نسلوں کے شرک میں مبتلا ہونے اور حرمین شریفین کے بعد کئی ''حَرَموں'' کی ایجاد کے جو اندیشے ہیں اس پر ملت توحید اور ''السمحة البیضاء'' کہلانے والی شریعت کے ایک پیروکار کی بجا طور پر روح کانپ جاتی ہے۔ بلکہ زائرین کا اژدھام اور توغل، حکومت کی طرف سے اس کے لیے ایسے انتظامات جس سے اس نوع کی رسوم کو فروغ ملتا ہے خصوصاً اصحاب مزارات کے ایام ولادت کے مواقع پر جو سرکاری شان وشوکت اور باقاعدہ سرپرستی اور حوصلہ افزائی کا مظاہرہ ہوتا ہے یہ سب چیزیں ہی ان اندیشوں کو جنم دیتی ہیں اور بدعات وخرافات کی تو خیر آج بھی کوئی کمی نہیں ہے، پورے زور وشور سے اس کا ارتکاب ہو رہا ہے، صاحبِ مزار کے سامنے باقاعدہ سرعام سجدہ تک ہوتا ہے اور اس کے ثبوت پر فلسفیانہ طرز کے دلائل وتوجیہات پیش کیے جاتے ہیں۔

﴿ مملکت کے دارالحکومت تہران میں اہل سنت کی ایک بھی مسجد یا مدرسہ نہیں اور ایسا ہی قم، اصفہان، تبریز میں بھی......اور یہ پالیسی صرف مسلمانوں ہی کے ہاں مذموم نہیں ہے بلکہ پوری عالمی برادری اسے انسانی حقوق اور شخصی

زندگی میں مذہبی آزادی کے مسلّم حق کی خلاف ورزی قرار دے کر اس پر قدغن لگاتی ہے۔

حکومت ایران کو چاہیے کہ وہ اس قسم کی غیر انسانی پابندیاں اٹھا کر اپنے ملک کی تمام اکائیوں اور خاص کر اہل سنت جیسے بڑے مکتبہ فکر کی آزادی اور ان کے حقوق بہم پہنچانے کو یقینی بنائے۔ بالخصوص جب یہ حضرات (ارباب حکومت) خود کو اسلامی انقلاب، اسلامی حکومت اور جمہوری ملک کے طور پر متعارف کراتے ہیں۔ انکی ذمہ داری اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور اس امر کی ضرورت کہیں بڑھ جاتی ہے، بہر حال تہران شاید دنیا کا وہ واحد دارالحکومت ہے جس میں کوئی باقاعدہ مسجد نہیں ہے۔ سوائے اس ''جائے نماز'' کے جو پاکستانی سفارت خانے میں ہے۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ عیسائیوں کے چرچ، یہودیوں کے عبادت خانے اور مجوسیوں کے معبد تو تہران میں ہیں لیکن مسلمانوں کی مسجد نہیں ہے، نہ مسجد بنانے کی اجازت ہے۔

۞ بہت سے مواقع پر شیعوں کا اہل سنت کے ساتھ تعصب آفتاب نیمروز کی طرح واضح نظر آتا ہے جس سے بہت قلق ہوتا ہے، ظاہر ہے اس سے ایران کے بارے میں کوئی اچھا تاثر نہیں ابھرتا اور مکاتب و مسالک کے مابین مفاہمت کے امکانات میں اس طرح کے اقدامات سے کمی، اور خلیج میں اضافہ ہی ہوتا ہے جو کسی طرح بھی اسلام اور مسلمانوں کے لیے نیک شگون نہیں۔

۞ یہاں اس افسوسناک امر کا شدت سے احساس ہوتا ہے کہ ایران جو گیس پیدا کرنے کے لیے مشہور ہے اور دوسرے معدنیات و مصنوعات جیسے پٹرول اور ریل کی پٹری وغیرہ کی پیداوار بھی یہاں بڑے پیمانے پر ہوتی ہے اس کے باوجود اپنے ہی صوبہ بلوچستان کے اہل سنت کو گیس اور ریلوے کی سہولیات سے محروم رکھا گیا ہے اور ادھر پاکستان اور ہندوستان تک کے ساتھ گیس کی فراہمی وغیرہ کے حوالے سے اس کے معاہدے ہو رہے ہیں۔

۞ متعہ کا یہاں سرکاری اور قومی سطح پر جو اہتمام ہوتا ہے اور اس کے لیے جگہ جگہ باقاعدہ ''مکاتب ازدواج وطلاق'' قائم ہیں اور بورڈ لگے ہیں ہمارے خیال میں یہ ایک انتہائی شرمناک عمل ہے۔ دنیا بھر میں اسلام کا نکاح وحجاب، عفت اور احتیاط کا جو نظام متعارف ہے اس کے تناظر میں کیا متعہ کی اس قبیح شکل کا تصور تک ہو سکتا ہے......؟ اور اخلاق وشرافت کے مسلمہ اقدار کیا اس کی اجازت دے سکتے ہیں......؟ بلکہ ہم تو معذرت کے ساتھ یہ بھی کہیں گے کہ زنا کاری اور فحاشی کو ایسا ''مؤمنانہ'' تحفظ فراہم کرنے اور جواز کا ''پر تقدس'' سرٹیفکیٹ جاری کرنے کی مذہبی تو کیا سیکولر دنیا اور مغرب کے مادر پدر آزاد معاشرے میں بھی مثال نہیں ملے گی۔

۞ یہاں مجسموں کا بھی بڑا رواج ہے، مختلف شخصیات کے مجسمے بنا کر مختلف مقامات پر نصب کیے گئے ہیں حالاں کہ علمائے اسلام میں تصویر کے متعلق اختلاف تو ہے اور بعض حضرات نے عکس کو جائز بھی قرار دیا ہے، شیعہ بھی انہیں میں سے

ہیں مگر جسمے اور مورتیاں جو خالص بت ہیں ان کی تو ہمارے خیال میں کسی مسلک اور کسی مفتی نے اجازت نہیں دی ہے۔

۞ اپنے لٹریچر میں، مقدس مقامات میں، دفاتر و مراکز میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اپنے مزعومہ معصوم ائمہ کے تذکرے کے سوا کسی صحابی کا تذکرہ نہ کرنا تو خیر نامناسب ہے مگر چونکا دینے والا نہیں...... یہ بات شیعوں کے متعلق مشہور ہے اور اس کی جڑیں کافی گہری ہیں۔

۞ ''انقلابی'' ہی یہاں عقل کل اور حکومت پر کلی تسلط قائم کیے ہوئے ہیں۔ یہ بھی بادشاہت ہی کی ایک شکل ہے اور عوامی آراء کو نظر انداز کرنے کے زمرے میں آتا ہے۔ دوسرے مختلف طبقات کو حقیقی نمائندگی دے دینی چاہیے، اس کے اچھے ثمرات ہوں گے اور ''انقلابیوں'' کی حکومت کی نیک نامی میں اس سے اضافہ ہوگا کمی نہیں......

۞ یہاں پنج وقتہ اذان نہیں ہوتی، بس تین ہی مرتبہ، فجر، ظہرین، اور مغربین کے لیے اذان ہوتی ہے، جب کہ مستحب ان کے ہاں بھی پانچ وقت کی مستقل اذان ہے۔ اس ترک ''مستحب'' کے التزام کی بنیادی وجہ سنیوں سے بغض کے سوا کیا ہوسکتی ہے؟

۞ آج جو بات شدت سے محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ''انقلاب'' اندر سے کھوکھلا ہو چکا ہے اس کی چولیں ہل گئی ہیں، اور اس کے اضمحلال اور عدم استحکام میں آئے روز اضافہ ہی ہو رہا ہے، اس کے خلاف لاوا پک رہا ہے جو کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے اور اس کی وجہ ہماری نظر میں یہ ہے کہ ایران اپنے مخصوص دائرے میں بند ہے، اس کے رویئے میں لچک کا فقدان اور سخت گیری کا عنصر غالب ہے۔ دنیا کے ساتھ اس کے ارتباطات اور مختلف لوگوں کی آمد و رفت نہ ہونے کے برابر ہے جس کی وجہ سے یہاں گھٹن کی کیفیت رہتی ہے۔ چناں چہ ہم جب امارات ائیر لائن میں بیٹھے تو بیٹھتے ہی ایرانی برقع پوش خواتین نے برقعے اور اسکارف اتار دیئے اور ایسی ہوگئیں جیسے وہ کسی قید یا پنجرے سے آزاد ہوگئی ہوں۔ حقیقی اور نظریاتی انقلاب میں ایسا نہیں ہوتا اور غیر فطری بنیادوں پر قائم صورت حال زیادہ دیر تک باقی نہیں رہتی۔

ہماری یہ گزارشات خصوصاً آخری سطریں کسی بدخواہی اور مسلک پرستی کی بنیاد پر ہرگز نہیں لکھی گئیں بلکہ ایک آزاد مبصر کے طور پر ہم نے اپنے اس مطالعاتی دورے میں جو کچھ محسوس کیا اور جو کچھ ہماری آنکھ میں کھٹکا خالص اظہار حق و سچ کے جذبے سے اور ''الدین النصیحة'' کے اسلامی اصول کے پیش نظر محض خیر خواہی کی بنیاد پر جو کچھ مناسب سمجھا ہم نے لکھا اور بہت کچھ سے صرف نظر کیا اور مقصد یہی ہے کہ وہاں کے مؤثر، سنجیدہ اور صاحب فکر اور صائب الرائے حضرات اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل.

☆......☆......☆